[قومی سیرت کانفرنس ، ۲۲ اپریل ۲۰۰۵ ، اسلام آباد]

عصر حاضر کے تقاضے اور ایک روشن خیال اعتدال پسند اسلامی معاشرے کی تشکیل و ضرورت سیرت طیبہ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر محمد خالد مسعود
چیئر مین، اسلامی نظریاتی کونسل
اسلام آباد

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا ایھا النبی انا ارسلناك شاھداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنہ و سراجاً منیراً۔ و بشر المؤمنین بان لھم من اللہ فضلاً کبیراً و لا تطع الکا فرین و المنافقین و دع اذٰھم و توکل علی اللہ و کفی باللہ وکیلاً (الاحزاب: ۴۵ ۔ ۴۸)

صدق اللہ العلی العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم

گرامی قدرمھمان خصوصی

لائق احترام جناب محمد اعجاز الحق، وفاقی وزیر برائے مذھبی امور

علمائے کرام، مشائخ عظام،

خواتین و حضرات

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

سب سے پھلے تو میں منتظمین کانفرنس کا شکرگذار ھوں کہ سیرت النبی کی اس تقریب سعید میں شرکت کا موقع بخشا۔ اھل علم کی اس محفل میں حاضر ھوں لیکن اپنی بے بضاعتی کا احساس بھی ھے۔کوئی بڑا بول بول جاؤں تو حاضرین مجلس سے درخواست ھے کہ سیرت طیبہ سے والھانہ عقیدت کی دیوانگی سمجھ کر در گذر فرمائیں۔

سیرۃ النبی کی یہ کانفرنس ایک روشن خیال اعتدال پسند اسلامی معاشرے کی تشکیل اورضرورت کے موضوع پر دعوت فکر کے لئے منعقد کی جا رھی ھے جو عصر حاضر کا تقاضا بھی ھے اورسیرت طیبہ کا مطلوب بھی۔ملك میں ایک عرصے سے اس موضوع پر بھت وسیع پیمانے پر گفتگو ھو رھی ھے۔اس کے حق میں بھی بھت کچھ لکھا گیا ھے اور اس کی مخالفت میں بھی۔

اعتدال پسندی اور میانه روی پر تو سب کا اتفاق هے که یه اسلامی تهذیب کی ایك مسلمه قدر هے۔البته روشن خیال کی ترکیب پر بعض حلقوں کی طرف سے تحفظات کا اظهار کیا جا رها هے۔ بعض کا کهنا هے که یه مغربی اور یورپی قدر هے اور عالمی دباؤ کے تحت اسے اسلا میانے کی کوشش کی جا رهی هے۔اس میں شك نهیں که جدید اصطلاحات کے بارے میں جب اسلام کے حوالے سے بات هو تواحتیاط لازم هے کیونکه یه یورپ کے مخصوص تاریخی، ثقافتی اور مذهبی پس منظر میں وجود میں آئی هیں۔جن تحریکوں نے ان تصورات اور اصطلاحات کو جنم دیا وه اکثر دین بیزارتهیں ۔ چنانچه یه کها جا رها هے که ان تصورات اور اصطلاحات کے ذریعے مسلمانوں کو دین سے دور کرنے کی کوشش کی جا رهی هے۔ان خدشات کو آسانی سے نظر انداز نهیں کیا جا سکتا ۔ یه لازماًسنجیده غور و فکر اور تجزیے کے متقاضی هیں۔ ان تصورات کی وضاحت کی ضرورت هے ۔ اس تحقیق کی ضرورت هے که روشن خیالی کیا هے اس کی تاریخ کیا هے یه دین بیزار تحریك کیسے بنی اوروه کونسی باتیں هیں جن سے اسے دین بیزار بننے سے روکا جاسکتا هے۔یاد رهے که هماری روشن خیالی کی مخالفت سے مغربی تهذیب کو تو کوئی دهچکانهیں پهنچے گا لیکن ایك طرح سے اس مغربی پراپیگنڈے کو تقویت هی ملے گی که اسلام روشنی کا ساتھ نهیں دیتا۔سچی بات تو یه هے که اس وقت مسلمانوں کے لئے موقع هے که وه دنیاکو اس بات کی گواهی دے سکیں که دین پر قائم رهتے هوئے عصرِ حاضر کے تقاضوں کو پوراکیا جا سکتا هے اورسیرت طیبه کی روشنی میں ایك روشن خیال اور اعتدال پسند معاشره تشکیل دیا جا سکتا هے۔ اور یه که هم یورپ کی دین بیزاری کو بهی ایك متبادل فکر دے سکتے هیں۔اگر هم نے ایسا نه کیا تو هم نه صرف دنیا سے کٹ جائیں گے بلکه همارا یه فیصله اس بات کی توثیق کرے گا که یورپ کی غیر دینی روشن خیالی کے سوا اور کوئی صورت ممکن نهیں۔

وقت تفصیلی گفتگو کی اجازت نهیں دیتا۔مختصراً یه عرض کروں گاکه روشن خیالی انگریزی کی اصطلاح ان لائٹن منٹ کا ترجمه هے۔فرانسیسی میں اس کے لئے ایسی ایکل دلیومی ایغاور، جرمن میں آف کلارنگ کی اصطلاح استعمال هوتی هے۔ یه سترهویں صدی کی ایك یورپی تحریك کا نام هے جس نے جوش کی بجائے هوش اور جذبات کی بجائے عقل اور تجرباتی استدلال پر زور دیا۔ قانون کی بالا دستی اور قوانین فطرت کے مطالعے کی دعوت دی۔ عظمت انسانی کا سبق دیا۔ فرد کی اهمیت اور جمهور کی حکومت کا تصور دیا ۔ دین میں شخصی اقتدار کی جگه مقدس صحیفوں کی حجیت پر زور دیا۔ بدعات کی تردید کی اور کلیسا کے اقتدار کے خاتمے کے لئے اصلاح

مذھب کی دعوت دی۔اس تحریك كا بنیادی پیغام کلیسا کی غلامی سے آزادی اور عقل انسانی پر بھروسه تھا۔

غور فرمائیں تو اس تحریك کی اکثر باتوں سے آپ اتفاق کریں گے کیونکه اسلام بھی ایسے ھی فکری انقلاب کی دعوت دیتا ھے۔علمائے کرام، صوفیائے عظام اور مفکرین اسلام انھی اصولوں کی تعلیم دیتے آئے ھیں۔ فرق یه ھے اور جو یقیناً بھت بڑا فرق ھے که روشن خیالی کی یه یورپی تحریك دین سے بیزار تھی۔ اور اس کی وجه وہ مخصوص تاریخی پس منظر تھا جس میں کلیسا نے اسے دین سے بیزار کیا۔ اسلام میں‌ایسی فکری تحریکیں دینی تحریکوں کی شکل میں سامنے آئیں۔ روشن خیالی اور دین بیزاری لازم و ملزوم نھیں لیکن جب دینی قیادت اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے انتھا پسندی، غلو فی الدین اور آباء پرستی کی روش اپناتی ھے اورعصری تقاضوں کو نظر انداز کر کے روایت پرستی میں عافیت تلاش کرتی ھے تو دین سے بیزاری کی راھیں کھلتی ھیں۔ یورپی روشن خیالی میں دین بیزاری سرایت کرنے کی وجوھات بھی کچھ ایسی ھی تھیں۔

اس عھد میں کلیسا کی قوت و اقتدار پر نظر ڈالیں تو اس تحریك سے ھمدردی ھوتی ھے۔ کلیساکی ساری دینی قوت سیاسی جوڑ توڑپر صرف ھوتی تھی۔ کلیسا خدا کا نمائندہ ھی نھیں‌خود خدا کی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ مذھبی پیشوا گناہ معاف کر سکتے تھے۔ معافی نامے فروخت کر سکتے تھے۔ دین کی جو چاھے تعبیر کر سکتے تھے ۔ عبادات اور دینی واجبات میں تبدیلی کر سکتے تھے۔ جس کو چاھیں جنت میں اور جس کو چاھیں دوزخ میں ڈال سکتے تھے۔ تعلیم پر کلیسا کاقبضه تھا تو معیشت پر ان کی حکمرانی تھی۔ کو ئی سوچے تو ان کی اجازت سے، اور سانس لے تو ان کی اجازت سے۔ فطری بات ھے که اس دور میں جتنی فکری تحریکیں ابھریں، کلیسا نے ان کی مخالفت کی۔اس کا منطقی نتیجه تھا که یه تحریکیں‌بتدریج بغاوتی تحریکوں میں تبدیل ھوتی گئیں۔ روایت سے بغاوت، کلیسا سے بغاوت، دینی اقدار سے بغاوت اور بالآخر دین سے بیزاری۔

اسلامی تاریخ میں بھی ایسی بھت سی روشن خیال تحریکیں وجود میں آئیں لیکن ان میں سے کسی نے بھی دین بیزاری کی راہ اختیار نھیں کی۔ معتزله کی عقل پسندی کی تحریك ھو یا زھد کی صوفیانه تحریك، فلسفه کی مابعد الطبیعیاتی طرز فکر ھو یا اخوان الصفا کی باطنی سوچ، ارباب طریقت کی اصحاب شریعت پر کڑی تنقید ھو یا سلفیه کی مذاھب فقه اور تقلید پر ردو قدح، آج کی جدیدیت کی تحریك ھو یا مسلم ترقی پسند فکر،کسی سوچ کے دھارے میں دین بیزاری نھیں پائی جاتی۔ حتی که مخالفین اور معاندین نے ان پر گمراھی اور کفر کے فتوے تك لگائے لیکن ان میں

سے کسی نے بھی دین سے بیزاری کا اعلان نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلام کا فکری دامن بہت وسیع ہے اور عصری تقاضوں سے عہدہ بر آ ہونے کے لئے اسلام سے باہر نہیں جانا پڑتا۔ آج بھی عصری تقاضوں سے نبرد آزمائی میں جہاں دوسرے ادیان مضمحل اور سراسیمہ نظر آتے ہیں اسلام اسی طرح تازہ دم ہے جیسے آج سے صدیوں پہلے تھا۔

آج کا مسئلہ یہ ہے کہ مغرب نے اسلام کے خلاف پراپیگنڈے کا جو انداز اختیار کیا ہے مسلمان اس کے بری طرح فریب میں آگئے ہیں۔ مغرب کا کہنا ہے کہ روشنی پہلے یورپ میں آئی اور وہ بھی سترھویں صدی میں۔ اس سے پہلے یورپ سمیت ساری دنیا اندھیرے میں تھی۔ آ ج بھی ان کے بقول مغرب کے سوا ساری دنیا خصو صاً عالم اسلام اندھیرے میں ہے۔ مغرب کا یہ دعوی تاریخ عالم کی تکذیب بھی ہے اور متکبرانہ نا سپاسی بھی۔ایک تو مغرب ان تمام دوسری تہذیبوں کے احسانات سے انکارکررہاہے جو صدیوں پر محیط اس انسانی تہذیبی سفر میں شامل رہے۔ یورپ نے یہ ترقی تن تنہا حاصل نہیں کی۔ اس میں مصر، یونان، ہند اور اسلام نے بھی برابر حصہ لیا ہے۔ مسلمانوں نے کبھی یہ احسان فراموشی نہیں کی۔وہ یونان اور ہند کے علوم سے استفادے کا ذکر کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتے۔

دوسرے مغرب تاریخ کو یوں بھی جھٹلا رہاہے کہ یورپ سے صدیوں پہلے روشن خیالی کی یہ لہر نبی اکرم حضرت محمد ﷺ کی دعوت سے وجود میں آئی تھی جب آپ نے جاہلیت کے خاتمے کا اعلان کیا۔ اسلام نے جاہلیت اور جہالت میں فرق قائم کرتے ہوئے واضح کیا کہ جاہلیت نہ تو لاعلمی کا نام ہے اور نہ ہی یہ قبل اسلام زمانے کا نام ہے۔ یہ اس مخصوص جاہلی رویے کا نام ہے جو جھوٹے غرور، قبائلی فخرو مباہات اور اندھے جوش و جذبے ، انتقام، تعصب، شدت پسندی اور انتہا پرستی کے یکجا ہونے سے مرتب ہوتا ہے ۔ یہ رویہ طاقت اور مردانگی کی پرستش کا رویہ ہے جو صبر، برداشت، تحمل اور بردباری کو کمزوری گردانتا ہے، جو عقل کی جگہ جنون کا قائل ہے۔اور مکالمہ کی بجائے انتقام کا نعرہ لگاتا ہے۔ رسول کریم نے مکی زندگی کے تیرہ سال صحابہ کو صبرو تحمل کی تربیت میں گذار دیے۔ اور جب مدینہ میں جہاد کا حکم آیا تو وہاں بھی یہ مطالبہ تھا کہ دشمنی میں عدل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔جہاد اعلاء کلمۃ الحق کے لئے ہے انتقام کے لئے نہیں۔ توحید کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ دوسروں کے خداؤں کو برا بھلا کھو۔ یہود و نصاری اھل کتاب ہیں اور قابل احترام۔ آپ نے انسان کی تکریم کا سبق دیا۔ کسی کورنگ نسل زبان مال اور دولت یا مذہب کی بنیاد پر دوسرے پر فضیلت نہیں، وجہ فضیلت صرف تقوی ہے، نیك اعمال ہیں اور

عدل ھے کیونکہ یھی تقوی کے راستے ھیں۔

سیرت طیبہ نے انسانوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی راہ دکھائی۔ نور یعنی روشنی اللہ کا نام بھی ھے، نبی کی صفت بھی ھے اور صحف سماوی کی بھی۔سیرت طیبہ کے ذریعے دین کی تکمیل بھی ھوئی اور نبوت کا سلسلہ بھی اپنے اختتام کو پھنچا۔اللہ نے اپنے آخری نبی اور آخری کتاب کے ساتھ اپنی حجت کو تمام کر دیا۔ اب غی الگ اور رشد الگ، نیکی اور بدی دونوں واضح کردئے گئے۔ اب کسی نبی کی ضرورت نھیں نہ ظلی کی نہ بروزی کی۔ دوسرے مذاھب میں پنڈت، پادری اور ربائی خدا کے نائب بن کر مذھبی اقتدار کے دعویدار بنتے ھیں۔ یورپ میں روشن خیالی کی تحریک نے تو سترھویں صدی میں کلیسا کے اس مذھبی اقتدار کے خلاف آواز اٹھائی ۔ قرآن کریم نے چھٹی صدی میں اعلان کیا کہ مذھبی پیشوائی ان لوگوں کی اپنی اختراع ھے انھوں نے احبار اور رھبان کو خدا کا درجہ دے دیا ھے۔نبی اکرم نے روشنی کی جانب دعوت دی تو قریش سخت مزاحم ھوئے کیونکہ ان کی سیاسی، اور اقتصادی قوت کا دارومدار ان کے دینی اقتدار پر تھا۔ کعبہ کی تولیت ان کے پاس تھی، حج کے مناسك کا تعین وہ کرتے تھے۔ قربانیوں کا اھتمام وہ کرتے۔ حج کے مھینوں میں جنگ و جدل اور لوٹ مار حرام تھی تو اس لئے کہ دور دراز سے لوگ امن و سلامتی کے ساتھ حج کے لئے مکہ مکرمہ آسکیں۔ سال میں کتنے مھینے ھونگے اور کونسے مھینے حرمت کے ھونگے اس کا حساب کتاب بھی قریش نے اپنے پاس رکھاھوا تھا ۔ ھر سال حج کے موقع پر قریش کا دینی پیشوا بڑے اھتمام سے اعلان کرتا تھا کہ اگلا سال بارہ مھینوں کا ھوگا یا تیرہ کا۔ نبی اکرم نے دینی اقتدار کی ان رسوم پر ضرب لگاتے ھوے اعلان کیا کہ مھینوں کے آغاز اور تعین کے لئے کسی پیشہ ور کی ضرورت نھیں۔ ھرشخص خود چاند دیکھ کر مھینے کا حساب لگا سکتا ھے۔ مھینوں کی تعداد بارہ مقرر کر دی گئی۔ ان میں کمی بیشی کو کفر بتا کرقریش کے دینی پیشوا کے عھدے کا خاتمہ کر دیا گیا۔ قریش کا سارا سود کا کاروبار اسی کمی بیشی پر چلتا تھا۔ قرآن کریم نے اس کمی بیشی کو بھی ممنوع قراردیا اور سود کو بھی حرام کر دیا۔

مکے میں دینی اقتدار اور جاھلیت کا خاتمہ کرنے کے بعد رسول اللہ مدینے تشریف لائے تو یھاں یھود نے دینی اقتدار قائم کیا ھوا تھا۔جس طرح مکے میں قریش سیرت طیبہ کی روشنی کی تحریک کو اپنے دینی اقتدار کے لئے خطرہ سمجھتے تھے اور جی جان سے اس تحریک کے مخالف رھے بالکل اسی طرح مدینے کے یھود اور منافقین روشنی کی اس تحریک کی جان توڑ مخالفت کرتے تھے کیونکہ اسلام کے آنے سے ان کا دینی اقتدار ختم ھو تا تھا۔

آج کی گفتگو کے آغاز میں سورہ احزاب سے جو آیات پیش کی گئیں ان میں یہود اور منافقین کی اسی مخالفت کا ذکر ہے۔غزوہ احزاب یہود اور منافقین کی اسلام کے خلاف آخری سازش تھی۔ بدر کی فتح کے ساتھ اسلام دشمن طاقتوں کے حوصلے پست ہو گئے تھے لیکن غزوہ احد میں جب چند مسلمان تیر اندازوں نے ھدا یات نبوی کو نظر انداز کر کے مسلمانوں کی طاقت کو کمزور کردیا تو مدینہ کے یہود اور منافقین کے حوصلے بڑھ گئے اور انھوں نے قریش اور دوسرے عرب قبائل کو مدینے پر حملے کی دعوت دی۔ یہ حملہ اتنا بڑا اور شدید تھا کہ بہت سے مسلمان حوصلہ ہار گئے۔قرآن کریم کے الفاظ میں ۔''جب وہ اوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے۔ جب خوف کے مارے آنکھیں پتھرا گئیں، کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے ''۔ غور کیجئے تو آج بھی ہم ایسے ہی دور سے گذر رہے ھیں۔ عالم اسلام دشمنوں کے نرغے میں ہے۔ایسے میں حوصلہ ھارنے کی بجائے ضروری ہے کہ ہم اپنے منصب اور مقصد کو یاد کریں۔ان آیات میں انھی حالات و واقعات کے پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ان کی بعثت کا مقصد یاد دلاتے ہوئے یہود و منافقین کی تنقید کی پروا نہ کرنے کی تلقین کی۔

ارشاد ہوتا ہے:

”اے نبی ہم نے تمھیں گواہ بنا کر بھیجا ہے۔ خوش خبری سنانے والا اور عذاب سے ڈرانے والا۔ تو اللہ کا بھیجا ہوا پیام بر ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے۔ تو روشنی پھنچانے والا چراغ ہے۔جو ایمان لے آئے ھیں تو انھیں خوش خبری سنادے کہ اللہ نے انھیں بڑے خاص فضل سے نوازا ہے۔ اور جو نا شکرے کافر اور منافق ھیں ان کی پروا نہ کر۔ ان کی تکلیف دہ باتوں کی طرف دھیان نہ دے۔ اللہ پر بھروسہ رکھ کہ اللہ کے سوا کسی مددگار کی ضرورت نہیں“۔

ان آیات میں سیرت طیبہ کے پانچ خصائص بیان ہوئے: شاھد، مبشر، نذیر ، داعی اور سراج منیر یعنی روشن چراغ۔ شاھد یعنی گواہ کا عدل اوراعتدال سے تعلق اھل علم سے پو شیدہ نھیں۔ قرآن نے امت محمدیہ کو بھی گواہ کی صفات کے ساتھ یاد کیاھے۔ اور ہم نے تمھیں امت وسط بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواھی دے سکو۔ وسط یعنی میانہ روی وہ صفت ہے جو گواہ بننے کی اھلیت عطا کرتی ہے۔امت مسلمہ کواقوام عالم کی گواھی کا منصب سونپا گیا ہے تا کہ وہ سیرت طیبہ کی روشنی کو چار دانگ عالم میں پھیلا سکیں۔ہم اگر مغرب کی باتوں میں آکر یہ یقین کر بیٹھے کہ روشن خیالی مغربی قدر ہے تو اقوام عالم کی گواھی کا منصب ہم مغرب کو سونپ دیں گے۔ پھر دنیا میں اگر سیرت طیبہ کی روشنی کی بجائے یورپ کی دین بیزار روشن خیالی کو فروغ ہوا تو اس کی

ذمہ داری کس پر عائد ہو گی۔ آئیے دعا کریں:

اے اللہ تو نے ہمیں اقوام عالم پر گواہی کا جو منصب عطا کیا ہے ہمیں توفیق دے کہ پورے عزم و یقین کے ساتھ اس ذمہ داری کو نباہ سکیں۔اے اللہ ہمیں صبر اور برداشت کا حوصلہ دے۔ہمیں ثابت قدمی کی نعمت سے سرفراز فرما۔اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ان لوگوں کا راستہ جن کو تو نے اپنے انعامات سے نوازا۔ ان لوگوں کے راستے سے دور رکھ جنھوں نے تیرے غضب کوآواز دی۔ ان لوگوں کے راستے سے بھی بچا کر رکھ جو بھٹک کر منزل سے دور ہو گئے۔ اے اللہ تو نے ہمیں ہدایت کی راہ دکھائی ہے تو ہمارے دلوں کو کجی سے محفوظ رکھ۔